ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.3 (2026)
(July to September)

پاکستان میں اُردو لسانی تحقیق کی روایت

The Tradition of Urdu Linguistics Research in Pakistan

فوزیہ میمون خٹک

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبۂ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

پروفیسر ڈاکٹر محمد امتیاز

شعبۂ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر غنچہ بیگم

ایسوسی ایٹ پروفیسر / صدر شعبۂ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

Fozia Memoon Khattak

Doctoral Candidate, Department of Urdu, Sarhad University of Science and Information technology, Peshawar

Prof. Dr. Muhammad Imtiaz

Department of Urdu, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar

Dr. Ghucha begum

Associate professor/ Head of Urdu Department, Sarhad University of Science and Information Technology Peshawar.

Abstract:

Linguistics is the scientific study of language. Language is the most important means of communication among human beings. In linguistics, language is studied from historical, comparative, applied and descriptive perspectives. The beginning of Urdu linguistic can be traced to Europe orientalists, who need grammar and dictionaries in order to learn Indian languages. Among the eastern scholar's khan Arazu and insha ullah khan insha are particularly noteworthy. With the emergence of modern linguistics in the twentieth century scholars such as Mohiuddin qadri, Ehtisham Hussain, Naseer ahmad khan and Iqtidar Hussain made value able contributions. After the establishment of Pakistan, Pakistani linguists continue the tradition of Urdu linguistics and produced significant research and Critical works on various dimensions of linguistics.

Key words: linguistics, scientific study, historical linguistics, comparative linguistics, applied linguistics, descriptive linguistics, eastern scholars, modern scholars

زبان ابلاغ کا وہ واحد ذریعہ ہے جو انسانی فطرت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے انسان کو فضیلت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کر دیتی ہے۔ لسان اور انسان ایک دوسرے کے ساتھ جڑے سماجی عناصر ہیں جو سماج سے متاثر ہوئے بغیر ارتقائی مرحلے طے نہیں کر سکتے۔ زبان انسانی زندگی کا مرکزی ستون ہے جو داخلی و خارجی مظاہر کی بھرپور عکاسی کرتی ہے اور لسانیات اس زبان کا ساختیاتی تجزیہ کرتی ہے تاکہ زبان کے مزاج سے واقفیت حاصل کی جاسکے۔ زبان کے آغاز و ارتقا کے بارے میں کوئی ٹھوس نتائج خذ نہیں کیے جاسکے

کیوں کہ زبان کا وجود بھی اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسان۔ انسان فطرتاً متجسس واقع ہوا ہے لیکن تحقیق و تفتیش کے باوجود وہ زبان کا مسئلہ نہیں سلجھا سکا۔ لہٰذا قیاس سے مدد لیتے ہوئے مختلف مفروضے گھڑتا رہا۔

زبان انسانی سرشت میں یوں انجذاب کرتی ہے جیسے رگوں میں خون۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم و نسل اپنی زبان کے ساتھ انتہائی جذباتی تعلق رکھتی ہے جس کا ثبوت ماضی میں مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والی قوموں سے ملتا ہے۔ لاطینی زبان کی کلاسیکیت کو قائم رکھنے کے لیے سختی سے اس کے قواعد کی پابندی کی گئی۔ عربی زبان کی یکسانیت برقرار رکھنے کے لیے قواعد تحریر کیے گئے۔ سنسکرت زبان کو بھرشٹ ہونے سے بچانے کے لیے پانینی نے قواعد تحریر کیے۔

اُردو زبان میں بھی لسانیات کے ابتدائی نقوش قواعد ولغات کی صورت میں موجود ہیں جن کی ابتدا اُس وقت ہوئی جب مفتوجین نے اُردو زبان سیکھنے کے لیے کوشش شروع کی۔ اس ضمن میں یورپی مستشرقین کو کسی طور فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ جنھوں نے قواعد ولغات لکھ کر اُردو لسانیات کے ابتدائی نقوش ثبت کیے۔ جبکہ مشرقی علما میں خان آرزو اور انشاءاللہ خان انشا کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں. مسعود حسین خان اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "خان آرزو ہمارے پہلے عالم زبان تھے جنھوں نے فارسی اور سنسکرت کے قریبی تعلق کی جانب ولیم جانز سے بھی قبل اشارہ کیا تھا لیکن وہ اس کی تفصیلات مہیانہ کر سکے۔"(۱)

انشاءاللہ خان انشا نے "دریائے لطافت" میں اُردو زبان کی مختلف بولیوں کے تجزیے تحریر کیے۔ اُردو لسانی تحقیق کی روایت کو بڑھانے میں قادری محی الدین زور، مسعود حسین خان، نصیر احمد خان، گیان چند جین، وحید الدین سلیم، مولوی عبدالحق، حافظ محمود شیرانی، عبدالقادر سروری وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور ماہرین لسانیات نے لسانیات کی مختلف جہتوں میں اپنی تحقیقی خدمات پیش کیں۔ لسانیات میں کسی زبان کا مطالعہ تاریخی، تقابلی، اطلاقی اور توضیحی پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ زبان کا تاریخی اور تقابلی مطالعہ ماہرین لسانیات کا محبوب موضوع رہا ہے۔ اس ضمن میں شوکت سبزواری نے اپنی کتاب "اُردو زبان کا ارتقا" میں اپنا زاویۂ نظر پیش کرتے ہوئے اُردو زبان کے آغاز کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا کہ اُردو یا کھڑی وہی بولی ہے جو نواح دہلی میں بولی جاتی تھی اور ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے موجودہ صورت تک پہنچی۔ شوکت سبزواری نے پالی کو اس کی ادبی صورت قرار دیا۔

اس سلسلے میں سہیل بخاری کی کتابیں اُردو کا روپ، اُردو کی کہانی، لسانی مقالات بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ سہیل بخاری اپنی کتاب "اُردو کا روپ" (۱۹۷۱ء) میں زبان کے ابتدائی اور ارتقائی مراحل بیان کرتے ہیں اور اُردو زبان کو دراوڑی خاندان کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ زبان تاعمر سفر کرتی ہے۔ اس سفر کے دوران دوسری زبانوں سے استفادہ کرتی ہے۔ صوتی تغیرات بھی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اس لیے محض رسم الخط کے ذریعے تلفظ تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ سہیل بخاری نے آواز، الفاظ اور الفاظ و معنی کے تعلق کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ "لسانی مقالات" سہیل بخاری کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو مختلف اوقات میں لکھے گئے۔ یہ کتاب دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے پہلے حصے میں زبان سے متعلق عمومی موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ جبکہ دوسرا حصہ اُردو زبان کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اصوات، الفاظ، گرامر اور تاریخ کے پس منظر میں اُردو زبان کا جائزہ لیا گیا ہے۔

عین الحق فرید کوٹی کی کتاب "اُردو زبان کی قدیم تاریخ" (۱۹۷۲ء) قاری کی توجہ اس لسانی نظرے کی طرف مبذول کراتی ہے کہ اُردو دراوڑی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ دراوڑی اور شمالی ہند کی زبانوں کے مابین مشترک الفاظ کے ساتھ ساتھ تقابلی موازنے بھی پیش کیے گئے ہیں اور اُردو زبان کی تاریخ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عین الحق فرید کوٹی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ہڑپہ اور موہنجو دوڑو تہذیب سے ملنے والے شواہد سے اگرچہ زبان کی حقیقت تو معلوم نہیں ہو سکتی لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ آریا کے آنے سے پہلے یہ سرزمین باوقار تہذیب یافتہ قوم سے آباد تھی۔ جو دراوڑی اور منڈا قبائل پر مشتمل تھی جن کی زبانیں مقامی حیثیت رکھتی تھیں۔ جو باہر سے آنے ولی قوموں کی زبان سے متاثر ہوئیں لیکن مکمل طور پر معدوم نہ ہو سکیں یہ وہ زبانیں ہیں جو موجودہ زبانوں کا ماخذ ہیں۔

خلیل صدیقی نے اپنی کتاب "زبان کا ارتقا" میں زبان کے آغاز کے بارے میں ابتدائی نظریات پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ نظریات زبان کے آغاز کے بارے میں کوئی ٹھوس شواہد فراہم نہیں کر سکے۔ جن کی بنا پر زبان کے آغاز کا پتہ چلایا جا سکے۔ محض جبلی آوازیں اُس وقت تک ابلاغ کا ذریعہ نہیں بنتیں۔ جب تک تجربے سے گزر کر علامتی اشاروں میں نہ بدل جائیں۔ ارتقائے زبان کی وہ کڑی، جس کے ذریعے انسان نے چیخ و پکار سے ترقی پا کر زبان کی موجودہ صورت حاصل کی، نامعلوم ہے۔ بحر حال لسانی ارتقا کے مدارج طے کرتے ہوئے یہ اصوات بامعنی صوتی کلموں میں ڈھلتی گئیں۔ زبان کے صوتی نظام کے بارے میں خلیل صدیقی نے لکھا ہے:

> "مختلف زبانوں کے بولنے والے آوازوں کو مختلف طریقوں سے ترکیب دینے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان صوتی عادتوں کی وجہ سے زبان کے صوتی نظام میں ممتاز خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔" (۲)

خلیل صدیقی نے اپنی کتاب "زبان کیا ہے" میں زبان کا تعارف کراتے ہوئے زبان کی متنوع خصوصیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ صوت، صرف، نحو اور معنی پر مبنی مباحث شامل کیے گئے ہیں۔ زبانوں کی گروہ بندی کرتے ہوئے ہند ایرانی، دراوڑی اور سامی خاندان کا تعارف کراتے ہیں۔ زبان کے نظام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "کسی نظام لسان کی اثر پذیری اس کی شناخت کو ختم نہیں کر دیتی۔ صوتی نظام اور گرامر اور دوسری زبانوں کا کتنا ہی اثر قبول کر لیں ان کے بنیادی امتیازات بر قرار رہتے ہیں، جن سے نظام لسان کی شناخت ہوتی ہے۔" (۳)

وارث سرہندی کی کتاب "زبان و بیان" میں اُردو زبان سے متعلق مختلف موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ اُردو زبان کو بحثیت قومی زبان قومی ثقافت کی امانت دار قرار دیا گیا ہے۔ اصطلاحات کی یکسانیت پر زور دیتے ہوئے اصول بیان کیے گئے ہیں تا کہ اصطلاحات کی انتشاری کیفیت سے بچا جا سکے۔ وارث سرہندی کے خیال میں عربی اور فارسی الفاظ کا املا اُردو میں بر قرار رکھنا چاہیے تا کہ لفظ کا ماخذ معلوم کرنے میں آسانی رہے۔ مصنف نے لکھا ہے:

> "املا کے سلسلے میں رواج اور چلن کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور غیر ضروری ترجیحات سے اجتناب کرنا چاہیے۔" (۴)

لفظوں کی تحقیق بھی مصنف کا دلچسپ موضوع ہے۔ نیم کش، نیم کش، لب تشنہ کے حوالے سے علمی معلومات دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ وہ محاورات جنھیں اسلامی نقطۂ نظر سے عبدالواحد درانی نے تنقید کا نشانہ بنایا، اُن کی وضاحت پیش کی گئی ہے کہ یہ محاورات استعارۃً زبان میں داخل ہوئے ہیں جو محض مفہوم کی وضاحت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ عبدالمجید سندھی نے "لسانیات پاکستان" میں اُردو زبان اور وادیٔ سندھ کی زبانوں کے مابین ملاپ اور اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ سندھ، پنجاب اور کشمیر کے تاریخی اور جغرافیائی تعلقات کی بنا پر لسانی روابط کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "صدیاں پہلے سندھ، پنجاب اور کشمیر کے باشندوں کے ایک دوسرے کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے کافی مدت تک کشمیر اور پنجاب کے علاقے سندھ راجدھانی میں شامل رہے یہی وجہ ہے کہ سندھی، مغربی پنجابی اور کشمیری زبانیں آج بھی ایک دوسرے کے ساتھ کافی ملتی ہیں۔"(۵)

ایوب صابر کی کتاب "اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات" تدریسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے۔ اُردو زبان کی فوقیت اور عمومیت کی وضاحت کرتے ہوئے اسے پاکستان کی کی ناگزیر ضرورت قرار دیا گیا ہے۔ اُردو زبان کے آغاز کے بارے میں مختلف نظریات کا جائزہ لینے کے بعد اپنا موقف بھی ظاہر کرتے ہیں۔ فارغ بخاری نے ہندکو اُردو کا ماخذ اور پشتو کو ہندکو کا ماخذ قرار دیا تو اس کی ردیوں پیش کی گئی ہے۔

> "ہندکو، پنجابی اور اُردو کا تعلق ہند آریائی سے ہے لیکن پشتو کا تعلق آریائی خاندان کی ایرانی شاخ سے ہے۔ پشتو ہندکو کا ماخذ نہیں ہو سکتی۔"(۶)

خاطر غزنوی نے اپنی کتاب "اُردو زبان کا ماخذ ہندکو" میں ہندکو زبان کی تاریخ کھوجتے کھوجتے منڈا اور دراوڑ قبائل تک اس کی جڑیں پھیلا دی ہیں۔ غازی علم الدین نے اپنی کتاب "لسانی مطالعے" میں اُردو زبان کے حوالے سے مختلف لسانی پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے زبان پر سماجی اثرات کے تناظر میں ایسے محاورات اور ضرب الامثال کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جو اسلامی معاشرے کے بارے میں اخلاقی نقطہ نظر سے مضحکانہ سوچ کو اُجاگر کرتے ہیں۔ مثلاً ملا کی دوڈ مسجد تک۔ الفاظ ایک زبان سے دوسری زبان میں داخل ہو کر اپنی ظاہری اور باطنی خوبیاں بدل لیتے ہیں۔ اس ضمن میں عربی الفاظ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ غازی علم الدین الفاظ کی حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے ان کی تہہ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ "رُوبہ صحت" ترکیب میں رُو کے بجائے رَو کا استعمال مستحسن سمجھتے ہیں کیونکہ رُو بمعنی چہرہ مراد لیا جاتا ہے جس سے مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

"لسانی زاویے" میں بھی غازی علم الدین نے اُردو زبان کے لسانی پہلوؤں کو بیان کیا ہے انھوں نے اُردو زبان کے الفاظ کے صحیح املا اور تلفظ کی طرف خاص وعام کو راغب کیا ہے تاکہ زبان کی یکسانیت اور معیار کو برقرار رکھا جاسکے۔ الفاظ کی تکرار ایک طرف بات کو موثر اور خوش نما بناتی ہے لیکن دوسری طرف الفاظ کی بے جا تکرار زبان کا عیب ہے اس کی مثال مصنف نے یوں دی ہے:

> "یہ کار خیر مرحوم کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے انجام دیا گیا ہے "ایصال ثواب کے لیے یا ثواب پہنچانے کے لیے درست ہے۔ ایصال اور پہنچانے کو یکجا نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ایصال کے معنی ہی پہنچانا ہے۔"(۷)

غازی علم الدین نے اس کتاب میں مختلف عنوانات کے تحت اُردو زبان میں راہ پا جانے والی عمومی اغلاط کی نشانہ ہی کی ہے۔

بادشاہ منیر بخاری نے اپنی کتاب "اُردو زبان کے غیر آریائی نظریات" میں عین الحق فرید کوٹی، سہیل بخاری، خاطر غزنوی، اختر اورنیوی اور زیر آغا کے غیر آریائی نظریات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ قلم بند کیا ہے بادشاہ منیر بخاری نے قابل قدر محققین کے نظریات کا جائزہ لیتے ہوئے اقتباسات نقل کیے اور اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔ عین الحق ہڑپائی تہذہب کے ساتھ دراوڑ قوم اور زبان کو جوڑتے ہیں اُن کے خیال کے مطابق ہڑپہ کی زبان سے پراکرت وجود میں آئی پھر اپ بھرنش بنی اور پنجابی کی صورت ظاہر ہوئی اور اُردو کا ماخذ یہی پنجابی زبان ہے۔ بادشاہ منیر بخاری عقلی دلیل دیئے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہڑپائی تہذیب تین ہزار سال قبل مسیح قدیم ہے یہ تہذیب چونکہ یکدم ختم ہوئی اس لیے اسکے کوئی آثار نہیں بچے۔ پراکرتوں کا تصور بھی سنسکرت زبان کی وجہ سے متعارف ہوا۔ جس کی قدامت ۵۰۰ قبل مسیح تک ہے۔ بادشاہ منیر بخاری اس طرح ہر نظریے کے بارے میں تنقیدی و تحقیقی انداز نظر اپناتے ہوئے اُردو زبان کے آریائی انسل ہونے کی حمایت کرتے ہیں۔

نعمت الحق نے "اُردو لسانیات پر ایک نظر" میں لسانیات کے نظری مباحث کے پس منظر میں لسانیات کا تعارف پیش کیا ہے۔ لسانیات کے محرکات، قواعد نویسی اور لغت نویسی کے مباحث کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ رؤف پاریکھ نے لسانیاتی مباحث، لفظیاتی مباحث، لسانیات کے بنیادی مباحث جیسی کتابیں لکھ کر اُردو لسانیات کی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ "لفظیاتی مباحث" میں اُردو زبان کی وسعت اور رنگینی کو بیان کرنے کے لیے جانوروں کی آوازوں، مسکنوں اور بچوں کے مختلف النوع نام گنوائے ہیں علاوہ ازیں عربی مرکبات کے صحیح تلفظ اور مفہوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاکہ صحیح ادائیگی سے واقفیت حاصل ہو سکے۔ انگریزی زبان کے الفاظ کا جائزہ لیا گیا ہے جو مقامی عمل دخل کی وجہ سے دیسی انگریزی کی آمیزش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اُردو زبان میں مستعمل الفاظ کی اصل کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے مفہوم کو زیادہ واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے مثال کے طور پر:

> "بیڑہ اٹھانا کو غلط طور پر یائے مجہول (یعنی بڑی لے) سے یعنی "بے ڑہ" پڑھا اور
> بولا جاتا ہے حالانکہ یہ لفظ یائے معروف (یعنی چھوٹی ی) سے یعنی "بی ڑا" ہے یہ
> دراصل پان کا بیڑہ (بی ڑا) یعنی پان کی گلوری ہے۔" (۸)

اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ پرانے وقتوں میں جب کوئی مشکل کام آن پڑتا تھا تو گاؤں یا قبیلے کا سردار لوگوں کو جمع کر کے پان کا بیڑہ درمیان میں رکھ دیتا اور لوگوں سے اعلانیہ کہتا کہ کوئی اس مشکل کام کی ذمہ داری لے گا؟ تو جو شخص جرحی ہوتا وہ آگے بڑھ کر بیڑہ اٹھالیتا۔

"لسانیاتی مباحث" میں رُوف پاریکھ نے اُردو زبان سے جڑے مختلف موضوعات کو علمی و تحقیقی انداز میں بیان کیا ہے۔ اُردو زبان کو لشکری زبان کہہ کہ کم حیثیت سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کو محض مسلمانوں کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے قومی ترانے کے بارے میں بھی یہی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فارسی زبان میں ہے۔ رؤف پاریکھ نے ان غلط فہمیوں کا تدارک کرنے کے لیے ان کا محققانہ تجزیہ کیا۔ اُردو لسانیات کی اصطلاحات کو وضاحتی انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ قاری استفادہ کر سکیں۔ مارفیم کی اصطلاح کو یوں واضح کیا گیا ہے:

> "کسی زمانے میں لفظ ہی کو معنی کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی سمجھا جاتا تھا لیکن یہ
> درست نہیں تھا کیونکہ بعض اوقات ایک لفظ بھی ایسے اجزا (یعنی فارفیموں) سے

مل کر بنا ہوتا ہے جو خود ایک معنی رکھتے ہیں چاہے وہ اجزا (یعنی مارفیم) خود الگ سے بامعنی لفظ کی حیثیت میں استعمال نہ ہوئے ہوں۔"(۹)

"لسانیات کے بنیادی مباحث" میں بھی لسانیات سے متعلق موضوعات کو تدریسی نقطۂ نظر سے تشریحی انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ افہام و تفہیم میں آسانی رہے۔ فائزہ بٹ کا تحقیقی مقالہ "اُردو میں لسانی تحقیق" اشرف کمال کی کتابیں لسانیات اور زبان کی تشکیل اور لسانیات اور رسم الخط نے بھی اُردو لسانیات کے موضوعات کا سہل انداز میں احاطہ کیا ہے۔ دوسرا محبوب موضوع جو ماہرین لسانیات کی توجہ کا مرکز بنا وہ اُردو کا دوسری زبانوں کے ساتھ تقابلی مطالعہ ہے۔ اس ضمن میں شرف الدین اصلاحی کا مقالہ "اُردو سندھی کے لسانی روابط" قابل قدر ہے۔ اُردو اور سندھی کے آپسی مماثلات وافتراکات کا جائزہ، حروف و حرکات، صوتیات، معنیات، صرف، نحو کے حوالے سے تفصیلی طور پر قلم بند کیا گیا ہے۔ دونوں زبانوں کی اصوات میں کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ صوتی تغیرات کے ذریعے زبانوں میں جو اختلافات پیدا ہوتے ہیں، ان میں ایسی باقاعدگی پائی جاتی ہے کہ جن کے ذریعے خاندانی تسلسل کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ بقول مصنف:

"تقابلی لسانیات میں صوتی تبدیلیوں کا مطالعہ بڑی دلچسپ چیز ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ صوتی تبدیلی کے انکشافات ہی سے تقابلی لسانیات کی بنیاد پڑی تو غلط نہ ہوگا۔"(۱۰)

اُردو سندھی کے مابین صوتی تغیر کی نشاندہی یوں کی گئی ہے۔

اُردو	سندھی
جال	جار
کالا	کارو
مولی	موری
پاتال	پاتار
ہل	ہر

مستعار الفاظ کے ذریعے کسی زبان کی تعمیر و تشکیل کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ مستعار الفاظ اپنی زبان کی ساخت کے ساتھ آتے ہیں لہٰذا کسی زبان کا کینڈا معلوم کرنے کے لیے اس زبان کے اپنے دیسی الفاظ کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ شرف الدین اصلاحی الفاظ سازی کے دو طریقے متعارف کراتے ہیں۔ ایک بذریعہ اشتقاق اور دوسرا بذریعہ تراکیب۔ اُردو اور سندھی زبان میں یہ دونوں طریقے استعمال ہوتے ہیں اور قواعد بھی ایک جیسے ہیں جیسے کہ اشتقاق کے ذریعے جب الفاظ بنائے جاتے ہیں تو سابقے لاحقے لگا کر یا کسی حرف کو گرا کر یا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں، کہیں مصدر کی علامت گرا دینے کے بعد مادے کو بطور اسم استعمال کرتے ہیں جیسے کہ بھولنا سے بھول (اُردو) بھلن سے بھل (سندھی) ترکیب سازی کے طریقے بھی اُردو سندھی میں اشترک رکھتے ہیں۔ امن وامان چھیڑ چھاڑ اور اسی طرح کے عربی فارسی مرکبات بھی دونوں زبانوں میں یکساں ہیں۔ صرف و نحو کے قواعد میں بھی اشتراک واختلاف کی نشاندہی کی گئی ہے۔ خالد خان خٹک نے "سندھی، پشتو، اُردو کے لسانی روابط" پر مشتمل مقالہ تحریر کیا۔ اس مقالے میں تینوں زبانوں کے نسلی اشتراک کے متعلق لکھتے ہیں:

"سندھی اصل نسل کے لحاظ سے خالص آریائی زبان ہے جس پر دراوڑی، سنسکرت، فارسی، عربی اور ترکی زبانوں کے گہرے اثرات ہیں اور یہ پشتو اور اُردو کی بہن ہے کیونکہ تینوں زبانوں کا سرچشمہ وہی اصل آریائی زبان "آریک" ہے۔"(۱۱)

وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تاریخی، سیاسی اور تہذیبی تعلقات زبانوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں تینوں زبانوں کے صرفی اور نحوی اشتراک و اختلاف کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ مشترک الفاظ اور معیاری جملوں کی فہرستیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک اور کڑی سید یوسف بخاری کا مقالہ "کشمیری اور اُردو زبان ک تقابلی مطالعہ" کی صورت میں ملتی ہے۔ یوسف بخاری نے حروف و حرکات، صوتیات، معنویات، تشکیلیات، مشترک ذخیرۂ الفاظ کے معیارات کو پیش نظر رکھتے ہوئے دونوں زبانوں کے مابین تقابلی مطالعہ کیا۔ بادشاہ منیر بخاری کا مقالہ "اُردو اور کھوار کے لسانی روابط" بھی اس ضمن میں قابل قدر کاوش ہے۔ اُردو اور کھوار کے مابین اختلافی اور اشتراکی عناصر کی نشاندہی کرنے کے لیے فاضل محقق نے حروف و حرکات، صوتیات، تشکیلیات اور صرف و نحو کا تقابلی مطالعہ پیش کیا۔ ضمائر کے مابین تقابل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اُردو میں میرا، تمھارا، اس یا وہ اور کھوار میں مہ، تہ، اتغو یہ ایسا اشتراک ہے جو صرف ان زبانوں میں ہو سکتا ہے جو ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔" (۱۲)

مشترک ذخیرۂ الفاظ پر مبنی تحقیقی کاوشیں بھی قابل توجہ ہیں۔ پریشان خٹک اور پردل خٹک نے بالترتیب "اُردو پشتو کے مشترک الفاظ" اور "اُردو اور ترکی کے مشترک الفاظ" پر مشتمل تحقیقات سے یہ اخذ کیا کہ زبانیں ایک دوسرے سے استفادہ کرتی ہیں اور جانداریت کا ثبوت دیتی ہیں۔ اس مقالے میں اطلاقی لسانیات کے ضمن میں لغت نویسی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اطلاقی لسانیات، لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں لسانیات کے اصولوں کو سمجھ کر تراجم، تعلیم و تدریس اور لغات نویسی میں استعمال کیا جا سکے۔ لغت نویس، لغت مرتب کرتے ہوئے لسانیات سے استفادہ کرتا ہے کیونکہ بقول مرزا خلیل احمد بیگ:

"لسانیاتی اعتبار سے لغات کسی زبان کی صوتی، صرفی، نحوی اور معنیاتی معلومات کا بہت بڑا ذریعہ ہوتے ہیں اس لیے ان کی تدوین کے ہر ہر قدم پر لسانیات کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔"(۱۳)

پاکستان میں لغت نویسی کی روایت میں مولوی عبدالحق کی "لغت کبیر اُردو" کو اہم مقام حاصل ہے اگرچہ اس لغت پر کام قیام پاکستان سے قبل شروع کیا گیا تھا لیکن حوادث زمانہ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ قیام پاکستان کے بعد مولوی عبدالحق وہ مسودے اپنے ساتھ پاکستان لے آئے جو تقسیم ہند کے فسادات کی نظر ہونے سے بچ گئے تھے۔ اس لغت کی پہلی جلد ۱۹۷۳ء اور دوسری جلد ۱۹۷۷ء میں شائع کی گئی۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر) اُردو بورڈ کراچی نے شائع کی۔ جیسے ۵۲ سال کے عرصے میں مکمل کیا گیا یہ لغت ۲۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جسے آکسفورڈ ڈکشنری کے تتبع میں ترتیب دیا گیا ہے اور اُردو زبان وادب کے تمام الفاظ یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

وارث سرہندی کی لغت "علمی اُردو لغت" (۱۹۷۹ء) ان کی انفرادی کوشش ہے ان کے خیال میں کوئی لغت کسی زبان کی جامع لغت نہیں ہو سکتی کیونکہ زبانیں لغات سے ایک قدم آگے سفر کرتی ہے۔ انھوں نے طلبا کی ضرورت کے پیش نظر ایسی لغت مرتب کی جو نہ اتنی ضخیم ہو کہ طالب علم کی دسترس سے باہر ہو اور نہ اتنی مختصر کہ ضروری الفاظ کا احاطہ بھی نہ کر سکتی ہو۔ امین بھٹی اور ثقلین بھٹی کی لغت "اظہر اللغات" (۲۰۰۹ء) بھی طالب علمانہ نقطۂ نظر سے ترتیب دی گئی ہے۔ شان الحق حقی کی "فرہنگ تلفظ" (۲۰۱۷ء) بھی اہمیت کی حامل ہے۔ حقی نے مکتوبی اور ملفوظی دونوں طریق پر الفاظ تحریر کیے تاکہ تلفظ کی درست ادائیگی کو ممکن بنایا جاسکے۔ لسانیات کی سب سے اہم شاخ توضیحی لسانیات ہے جو صحیح معنوں میں زبان کی داخلی ساخت کا تجزیاتی مطالعہ کرتی ہے بقول ڈاکٹر نصیر احمد خان۔

> "یہی وہ بنیاد ہے جس پر لسانیات کے علم کا قصر تعمیر ہوا ہے۔ توضیحی لسانیات میں زبان کی ساخت سے بحث ہوتی ہے جس کی نوعیت خالص توضیحی اور تجزیاتی ہوتی ہے۔"(۱۴)

اس ضمن میں شوکت سبزواری کی کتاب "اُردو لسانیات" اُردو زبان کے لسانی نکات پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے۔ ہر زبان اپنے تشکیلی عناصر اپنے مزاج کے مطابق وضع کرتی ہے جو اس زبان کی سرشت میں پیوست ہوتے ہیں اور اسے دوسری زبانوں سے مختلف بناتے ہیں۔ شوکت سبزواری اُردو زبان کے مزاج کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُردو زبان کے الفاظ خوشے قبول نہیں کرتے۔ اگر دوسری زبان کے الفاظ بھی اس میں منتقل ہو جائیں تو اس کے خوشے توڑ دیے جاتے ہیں اور متعلقہ حرف کو متحرک کر دیا جاتا ہے۔ فاضل محقق نے اُردو زبان کے صوتی، اعرابی، علامتی اور تشکیلی پہلوؤں کو قلم بند کیا ہے تاکہ اُردو زبان کا لسانی شعور حاصل کیا جاسکے۔ اُردو زبان سماجی میل جول کی بھرپور قائل ہے۔ اس بنا پر ڈھیروں ڈھیر الفاظ دوسری زبانوں سے آوازوں کے ساتھ اس کی زینت بنتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آوازوں کے مابین مشابہت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ شوکت سبزواری نے متشابہ الصوت حروف کو بطور صوتیہ متعارف کروایا ہے کیوں کہ یہ متشابہ الصوت حروف کلموں کے مابین معنوی امتیاز کا باعث بنتے ہیں۔ شوکت سبزواری لکھتے ہیں:

> "اُردو نے صوتیوں کو نہیں بلکہ صیغوں (Morphemes) کو عربی سے لیا ہے ان کے ساتھ صوتیے بھی چلے آئے جیسے دودھ کے ساتھ مکھن، جو اس کا جوہر ہے۔"(۱۵)

ابو اللیث صدیقی کی کتاب "جامع القواعد" جدید لسانیات کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں لفظوں کی ساخت سے بحث کی گئی ہے۔ وہ اس اہم نکتے کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں کہ زبان کا اولین سرچشمہ صوت ہے نہ کہ حرف۔ آوازوں کی کہکشاں زبان کی موجد ہے فاضل محقق نے اس غلط فہمی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ ہر زبان کی آوازیں محض اُس کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں کیونکہ آواز کا اجرا ایک اختیاری عمل ہے۔

> "ہر انسان اپنے آلات صوت کی مدد سے ہر وہ آواز نکال سکتا ہے جو کسی دوسرے ملک یا کسی دوسری زبان کے بولنے والوں سے مخصوص سمجھی جاتی ہے لیکن ہر زبان میں انسان کے گلے سے ممکنہ ادا ہونے والی بے شمار آوازوں میں سے صرف چند آوازیں ہی استعمال ہوتی ہیں۔"(۱۶)

قواعد نویس بجائے کلمے کے لفظ سے بحث کا آغاز کرتے ہیں جبکہ لفظ کلمے کی تحریری صورت ہے۔ فاضل محقق نے اسم، فعل ، حرف کا جائزہ گذشتہ ماہرین لسانیات کے بیانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لیا ہے اور اپنا نقطۂ نظر بیان کیا ہے کلمے کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

"کلام با معنی کا اقل ترین جزو جو معنوی اعتبار سے ایک اکائی ہو، کلمہ کہلاتا ہے
۔ جدید لسانیاتی اصطلاح میں اسے مارفیم (Morpheme) کہتے ہیں۔"(۱۷)

سہیل بخاری نے اپنی کتاب" تشریحی لسانیات" میں صوتیات ،لفظیات ، معنیات اور نظامیات کے عنوانات کے تحت اُردو زبان کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ مصوتے اور مصمتے کے لیے سُر اور اسر کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ صوتی سنگتوں کے ساتھ اُردو زبان کے صوتی مزاج کو واضح کیا ہے۔ اُردو زبان میں لفظ سازی کے لیے مادے کو کلیدی حیثیت حاصل ہے جس سے لفظ بنتے ہیں ۔ سہیل بخاری نے گرامر کے لیے نظامیات کی اصطلاح استعمال کی ہے اور صرفی و نحوی نظام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ خلیل صدیقی نے اپنی کتاب" آواز شناسی" میں صوتیات کا تجزیاتی مطالعہ کیا ہے۔ کوئی بھی زبان وجود میں آنے کے لیے آوازوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ ان آوازوں کا سائنسی مطالعہ صوتیات کہلاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ آوازوں کے اخراج میں اعضائے تکلم کی حرکات و سکنات کا مطالعہ تجرباتی اور مشاہداتی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ زبان کا تعلق بولنے اور سننے دونوں سے ہے لیکن بولنے کے دوران اعضائے صوت جسطرح عمل کرتے ہیں، ایک عام انسان بھی اس تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ اُردو زبان کے صوتی نظام کا جائزہ لیتے ہوئے اصوات کی درجہ بندی بھی کی گئی ہے۔ صوتیے کی خصوصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی بھی زبان کا کوئی صوتیہ صرف ایک صوتیے سے مختلف نہیں بلکہ زبان کے
تمام مستعمل صوتیوں سے مختلف و متمائز ہوتا ہے۔ گویا ہر صوتیہ کئی متقابل اور
متمائز صوتیوں کا حریف بھی ہوتا ہے اور رفیق بھی"(۱۸)

ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی کتاب" عمومی لسانیات" میں لسانیات کے عمومی مباحث کو شامل کیا ہے آوازوں کی درجہ بندی کے دوران بے صدا، باصدا، مقام تلفظ، تلفظ کار، صوت رکن وغیرہ کو قابل فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پاکستان میں اُردو لسانی تحقیق کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں بیش بہا سرمایہ موجود ہے جس سے آنے والے محققین رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔ ماہرین لسانیات نے لسانیات کے تمام پہلوؤں کو سہل انداز میں بیان کیا ہے اور تاریخی تقابلی، اطلاقی اور توضیحی لسانیات کے تناظر میں اُردو لسانی تحقیق کی روایت میں قابل قدر اضافہ کیا ہے ۔ اس ضمن میں شوکت سبزواری ، سہیل بخاری، ابواللیث صدیقی ، وارث سرہندی ،عبدالمجید سندھی ،ایوب صابر، خاطر غزنوی ،شرف الدین اصلاحی، خالد خان خٹک، غازی علم الدین، بادشاہ منیر بخاری ،سید یوسف بخاری، محمد امین بھٹی محمد ثقلین بھٹی، شان الحق حقی، عبدالسلام کے نام نمایاں ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالستار دلوی، اُردو میں لسانی تحقیق، بک ٹاک لاہور، ۲۰۱۸ء، حرف چند

۲۔ خلیل صدیقی، زبان کا ارتقا، زمرد پبلی کیشنز، کوئٹہ، ۲۰۰۰ء، ص:۱۱۹

۳۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۶ء، ص:۱۲۲۔۱۲۳

۴۔ وارث سرہندی، زبان و بیان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء ص:۳۷

۵۔ عبدالمجید سندھی، لسانیات پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص:۲۹۴

۶۔ ایوب صابر، اُردو زبان کا آغاز، دارُلنوادر، لاہور ۲۰۲۱ء، ص:۷۵

۷۔ غازی علم الدین، لسانی زاویے، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۲۱ء، ص:۲۸

۸۔ رؤف پاریکھ، لفظیاتی مباحث، سٹی بک پوائنٹ، کراچی ۲۰۲۳ء، ص:۶۴

۹۔ رؤف پاریکھ، لسانیاتی مباحث، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۲۴ء، ص:۵۱-۵۰

۱۰۔ شرف الدین اصلاحی، اُردو سندھی کے لسانی روابط، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۷ء، ص:۲۲۹

۱۱۔ خالد خان خٹک، سندھی پشتو اُردو کے لسانی روابط، پشتو اکیڈمی پشاور ۲۰۰۷ء، ص:۵۸

۱۲۔ بادشاہ منیر بخاری، اُردو اور کھوار کے لسانی روابط، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص:۱۱

۱۳۔ خلیل احمد بیگ، مرزا، اُردو لسانی تحقیق، مشمولہ نقوش شمار، ۱۴۲ اُردو بازار لاہور، ص:۱۳۲

۱۴۔ نصیر احمد خان، ڈاکٹر، اُردو لسانیات، اُردو محل پبلیکیشنز، نئی دہلی ۱۹۹۰ء، ص:۳۴

۱۵۔ شوکت سبزواری، اُردو لسانیات، ترقی اُردو بورڈ، کراچی ۱۹۶۶ء، ص:۶۶

۱۶۔ ابواللیث صدیقی، جامع القواعد، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور ۱۹۷۱ء، ص:۲۰۳

۱۷۔ ایضاً ص:۲۲۴

۱۸۔ خلیل صدیقی، آواز شناسی، بیکن بکس، ملتان ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۹

References in Roman Script:

1. Abdus Sattar Dalvi, Urdu Mein Lisani Tahqeeq, Book Talk Lahore, 2018, harf e chnd
2. Khalil Siddiqui, Zaban Ka Irtiqa, Zumurrud Publications, Quetta, 2000, p. 119
3. Khalil Siddiqui, Zaban Kya Hai, Beacon Books, Multan, 2016, pp. 122-123.
4. Waris Sirhindi, Zaban-o-Bayan, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1989, p. 37
5. Abdul Majeed Sindhi, Lisaniat Pakistan, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1992, pp. 294.
6. Ayub Sabir, Urdu Zaban Ka Aaghaz, Dar-ul-Nawadir, Lahore, 2021, p. 75.
7. Ghazi Ilm-ud-Din, Lisani Zaviyay, Misal Publishers, Faisalabad, 2021, p. 28
8. Rauf Parekh, Lafziati Mubahis, City Book Point, Karachi, 2023, p. 64
9. Rauf Parekh, Lisaniati Mubahis, City Book Point, Karachi, 2024, pp. 50-51
10. Sharaf-ud-Din Islahi, "Urdu Sindhi Ke Lisani Rawabit", Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1987, p. 229.
11. Khalid Khan Khattak, Sindhi Pashto Urdu Ke Lisani Rawabit, Pashto Academy 'Peshawar, 2007, p. 58
12. Badshah Munir Bukhari, "Urdu Aur Khowar Ke Lisani Rawabit", Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 2003, p. 11
13. Khalil Ahmad Beg, Mirza, Urdu Lisani Tahqeeq, Mashmoola Naqoosh Shumara 142 Urdu Bazar Lahore, p. 132
14. Naseer Ahmad Khan, Dr., Urdu Lisaniat, Urdu Mahal Publications, New Delhi, 1990, p. 34
15. Shaukat Sabzwari, "Urdu Lisaniat", Taraqqi-e-Urdu Board, Karachi, 1966, p. 66
16. Abul lais siddiqi, "jami ul qawaid" Markazi urdu board,1971, p203
17. Ezan,204
18. Khalil siddiqi, awaz shanasi, Beacon house, Multan,2015 ,p.109